تبدیلی: ناقابلِ تبدیل قانون

تحریر: سہیل احمد لون

وطن عزیز میں حالیہ انتخابات سے قبل ہر سیاسی جماعت عوام کو ملک میں تبدیلی کا خواب دکھا رہی تھی ان میں وہ جماعتیں بھی شامل تھیں جو گزشتہ کئی برسوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت کا حصہ رہیں۔بعض ایسی تھیں جو عوام کو تبدیلی کا خواب دکھا کر اقتدار کے ایوانوں میں پہلی بار قدم جمانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔انتخابات کے بعد تمام بڑی جماعتوں کو طے شدہ پلان کے تحت صوبائی یا مرکزی حکومتوں میں حصہ دے دیا گیا۔عوام سے کیے گئے وعدوں کو جوش خطابت کا نام دیکر بھول جانے کا کہا گیا۔ہمارے ملک کی حالت کسی بوڑھے مریض جیسی ہے جس میں قوت مدافعت کی کمی کے باعث معمولی سے معمولی بیماری بھی اثر انداز ہوتی ہے۔وقت گزرنے ساتھ بیاریوں کا گراف بڑھتا جاتا ہے۔اس کو حوصلہ دینے کے لیے ڈاکٹر صاحبان اسے تسلی کی گولی دیتے رہتے ہیں مگر اس کی صحت میں اچھی تبدیلی کوئی نہیں آتی۔ حوصلے، تسلی اور صبر و ہمت کی گولی ہمارے سیاسی اکابرین بھی عوام صبح دوپہر شام بلاناغہ دیتے ہیں مگر برے حالات کا گراف بتدریج ڈینجر زون میں داخل ہوتا جارہا ہے۔بہتر تبدیلی کے خواہاں عوام نے بیلٹ پیپرز کے ذریعے کوشش کی مگر حالات مزید سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ اب پھر سے انقلاب انقلاب کی صدائیں آرہی ہیں۔انقلاب کا نعرہ صرف وطن عزیز میں ہی نہیں بلکہ مادر جمہوریت برطانیہ میں بھی سنا جا سکتا ہے۔ برطانوی اداکار، کامیڈین رسل برانڈ (Russel Brand) موجودہ سیاسی نظام سے بیزار ہو کر اس کے خلاف انقلاب کی صدائیں بلند کرتا نظر آرہا ہے۔رسل برانڈ کے خیال میں سیاستدان صرف امیروں کو تحفظ دینے اور عام انسان پر حکومت کے لیے اقتدار میں آتے ہیں جس کی وجہ سے آج تک اس نے کبھی کسی جماعت کو ووٹ نہیں دیا۔غریب گھرانے میں جنم لینے والے رسل برانڈ ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر نشے کا عادی بھی ہو گیا تھا جس کا ذمہ دار بھی موجودہ سیاسی نظام کو ٹھہراتا ہے۔حیران کن طور پر نوجوانوں کی بڑی تعداد اس کے خیالات سے متفق نظر آتی ہے۔رسل کا انقلابی برانڈ کس حد تک کامیاب ہوتا ہے اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرے گا مگر برطانوی سیاستدانوں کے لیے ایک نیا پریشر گروپ تیزی سے بنتا نظر آرہا ہے۔برطانوی ٹاک شوز میں رسل برانڈ کی حیثیت شیخ رشید جیسی ہے دونوں باتیں ایسی بے باکی سے کرتے ہیں جو عام انسان سننا چاہتا ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ نظام میں تبدیلی آئے گی کیسے؟ لائے گا کون؟ علامہ طاہر القادری نے بھی انقلابی بین بجانا پھر سے شروع کر دی ہے۔ بنیادی طور پر بیوروکریسی، عدلیہ، پارلیمنٹ (منتخب سیاسی نمائندے) اور میڈیا ریاستی نظام چلانے کے چار اہم ستون ہیں۔ان چاروں ستونوں پر عوام کے حقوق و فرائض کی چھت قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔مگر یہ چار ستون بھی کسی سہارے پر کھڑے ہیں، دراصل چار ستونوں کو مخفی طاقت میں جکڑ کر بنیاد فراہم کی گئی ہے۔یہ جب چاہے کسی ستون کو بھی ہلا سکتی ہے، جس کا اثر چھت تک محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ مخفی طاقت چند بزنس آئی کون اور انڈر ورلڈ کے لوگ ہیں۔برطانیہ، امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور جمہوریت کے علمبردار بھی ان کے تسلط سے آزاد نہیں ہیں۔بس فرق صرف اتنا ہے وہاں عام انسان کو بنیادی ضروریات پورا کرنا اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔عمومی طور پر قوانین ایسے بنائے

جاتے ہیں جن سے بزنس آئی کونز کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ اسی وجہ سے کبھی کوئی بڑا بزنس آئی کون یا انڈر ورلڈ کا ڈان قانون کی زد میں نہیں آیا۔ اگر کبھی کسی مجبوری یا شدید عوامی ردِعمل کی وجہ سے کسی بگ فش کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا بھی کیا گیا ہو تو اسے سزا بھی دی گئی تو اس کا زیادہ نقصان عام انسان کو ہوا۔ برطانیہ میں ٹیلیفون ہیکنگ کے متعدد واقعات منظر عام پر آتے رہے جن میں شاہی خاندان، سیاستدان، فنکار، کھلاڑی، ماڈل گرلز، فٹبال کوچز، پولیس آفیسرز، سرکاری آفیسرز کے علاوہ عام پبلک کے فون ٹیپ ہونے کا واقعات کا انکشاف ہوتا رہا۔ گزشتہ دنوں برطانیہ میں ٹیلیفون ہیکنگ سکینڈل کی وجہ سے برطانیہ کی ایک معروف اخبار نیوز آف دی ورلڈ کو عدالتی حکم سے بند کر دیا گیا۔ اسی اخبار نے پاکستانی کرکٹ ٹیم کے تین کھلاڑیوں کو سپاٹ فکسنگ کیس میں جیل کی ہوا کھانے پر مجبور کیا تھا۔ نیوز آف دی ورلڈ کا مالک روپرٹ مرڈوک (Rupert Murdoch) بہت بڑا بزنس مین ہے جسے میڈیا کی دنیا کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ کئی نیوز پیپرز اور معروف ٹی وی چینلز کا مالک بھی ہے۔ برطانیہ کی کاؤنٹی سرے میں ایک تیرہ برس کی بچی ملی ڈاؤلر (Milli Dowler) سکول سے گھر جاتے ہوئے اغواء ہو گئی جس کی چند روز بعد لاش ملی۔ قانون مجرم تک پہنچ گیا اور اسے عمر قید ہو گئی۔ مگر بات یہاں ختم نہ ہوئی نیوز آف دی ورلڈ کے صحافی اور پرائیویٹ سراغرساں نے بچی کے موبائل فون کے میل بکس تک رسائی حاصل کر کے ان میں سے کچھ پیغامات ڈیلیٹ کر دیے۔ جس پر بچی کے ماں باپ نے لیگل ایکشن لیا، شدید عوامی ردِعمل کی وجہ سے ڈیوڈ کیمرون نے معاملے کی انکوائری کرنے کا حکم دیا۔ 168 برس کامیابی کے جھنڈے گاڑنے والی اخبار جس کی اشاعت ملین میں تھی بند کر دی گئی۔ اس کیس میں میٹروپولیٹن پولیس کے ہائی رینک آفیسرز سمیت نیوز آف دی ورلڈ کے اعلیٰ عہدیداروں کو سزائیں سنائیں گئیں۔ بزنس آئی کون روپرٹ مرڈوک کو جیوری اور پالیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑا۔ انہوں نے تحریری معافی بھی مانگی جسے تمام نیشنل نیوز پیپرز میں شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ جرمانہ بھی ہوا۔ جس شخص کی آمدنی ایک دن میں ملین ڈالرز میں ہو اسے بھلا ایک اخبار بند ہونے سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ مگر ہزاروں غریب ملازمین بے روزگار ضرور ہو گئے۔ پاکستان میں شاید اتنی نوبت بھی نہ آتی، یہاں تو ایک نجی چینل کا مالک یہ برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے خلاف بات بھی کر سکے۔ عدالتی کارروائی تو بڑی دور کی بات ہے۔ ملکی معاملات پر سرمایہ کار مسلط ہیں، وہ نظام کو اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لیے چلاتے ہیں۔ بین الاقوامی طور پر جیسے طاقتور ممالک مل کر ترقی پزیر ممالک کے ساتھ انصافیاں کرتے ہیں۔ طاقتور ممالک غریب ممالک کے ساتھ دوطرفہ یا کثیر الطرفہ معاہدات کر کے ان کو ترقی کے اقدام قرار دیتے ہیں۔ وہ تشہیر کے ذریعے اپنے ہر سیاسی اور غیر سیاسی قدم کو دنیا کی بہتری کے لیے لازمی ثابت کر دیتے ہیں۔ وہ تشہیر کے بل پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کے غریب ممالک اپنا اچھا برا نہیں سمجھتے۔ اس وجہ سے وہ مل کر غریبوں کے مفادات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ان سے ایسا عمل کروانے میں انہیں مخفی قوتوں یعنی انڈر ورلڈ اور بڑے بڑے سرمایہ کار لوگ ہوتے ہیں۔ نظام میں حقیقی تبدیلی کا مطلب تو یہ ہے کہ دولت کی یہ تقسیم مساوایانہ یا منصفانہ ہو۔ اصلی انقلاب اور تبدیلی بھی اسی چیز کا نام ہے۔ انقلابات تاریخ کا حصہ ہیں، جس میں غریبوں کا ہی خون بہا مگر تبدیلی نہ آئی۔ مگر المیہ یہ ہے کہ صدیوں سے ایسا ہی ہوتا آ رہا ہے، ہر دور میں نظام تبدیل کرنے کی خواہش کا اظہار اور عملی طور پر کوشش بھی کی گئی مگر آج بھی سب ویسا ہی چل رہا ہے۔ مخصوص اقلیت جو سرمائے پر قابض ہے اس میں مزید اضافہ کرنے اور اپنے آپ کو مزید محفوظ بنانے کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔ جن کا

استحصال ہورہا ہے وہ بڑی اکثریت میں ہونے کے باوجود اس نظام کو تبدیل کرنے میں آج تک ناکام کیوں نہیں؟ کہیں یہ بھی نظام قدرت تو نہیں ...... جسے تبدیل کرنا شاید ہمارے بس میں نہیں۔۔۔مگر پھر میں سوچتا ہوں کہ "تبدیلی تو واحد قانون ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوگا"۔کیونکہ اس کائنات میں ہر لمحہ تبدیلی آرہی ہے۔انسان اللہ کی بہترین تخلیق ہے لیکن ہر لمحہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔سب کچھ ارتقاء میں ہے بدل رہا ہے، تبدیل ہورہا ہے تو صرف غریب کا نصیب تبدیل نہیں ہوا کیونکہ ہم نے اُسے ارتقاء کا حصہ نہیں بننے دیا اور آج بھی غار کے اُس طاقت ور انسان کے سامنے بے بس ہے جس جو طاقتور ہونے کی وجہ سے بڑا شکار کرکے سارا گوشت اپنے پاس رکھتا تھا اور کمزوروں میں اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے بانٹ کر اپنی ضرورتیں پوری کرتا تھا جس میں اُس کی جنسی ضرورت بھی ہوتی تھی۔استحصال کا یہ نظام آج بھی طاقتوروں کے ہاتھ میں ہے لیکن میں سوچ یہ رہا ہوں کہ جماعت اسلامی افواج پاکستان سے طاقتور نہیں تو پھر اُس نے ایسا بیان طالبان کے بل بوتے پر کیوں دے دیا۔کہیں کسی نے منور حسن کو یہ یقین تو نہیں دلا دیا کہ طالبان افواج پاکستان سے زیادہ طاقتور ہو چکے ہیں کہ وہ معافی مانگنے کیلئے بھی تیار نہیں۔۔۔۔یا پھر بہت کچھ تبدیل ہونے والا ہے جماعت اسلامی سمیت۔۔۔!

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

13-11-2013.